افسانہ

تیسرا پاگل

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

''ایک انگریز افسر کا بہیمانہ قتل اور پھر اس کی لاش بھی مسخ شدہ خان بہادر حشمت خان جیسے وفادار، جیدار، پرستارِ سرکار اور بارعب ذیلدار کے عین دروازے پر پڑی ملے تو یہ تو قیامت ہے! انگریزی سرکار کا رعب اور دبدبہ بھی خاک میں مل گیا اور ''خان بہادر'' بھی اپنے خاندانی وقار سمیت نابود ہو گیا! کہیں پھر ۱۸۵۷ء والا ''غدر'' تو نہیں سر نکال رہا! کیا کشتی الٹنے والی اور بیڑہ غرق ہوا چاہتا ہے کیا انگریزوں سے ان کی حکمرانی اور خان بہادر سے اس کی ''خان بہادری'' کا تمغہ تو نہیں چھننے والا!'' یہ تھے وہ خیالات جو رئیس ابن رئیس خان بہادر حشمت خان کے دل و دماغ کو جھنجھوڑ رہے تھے جب وہ مسٹر تھارٹن، ایک انگریز افسرِ سرکار کی مسخ شدہ لاش کے پاس بت بنا کھڑا تھا!!

مگر گاؤں کے لوگ ذرا مختلف انداز میں سوچ رہے تھے! ظاہر ہے ایسے موقع پر بھانت بھانت کی بولیاں سننے کو ملتی ہیں اور ہر کوئی اپنے ظرف کے مطابق سوچتا ہے! کچھ کا خیال تھا کہ یہ کسی ایسے جیدار عزت دار کا کارنامہ ہے جس کی عزت پر مسٹر تھارٹن جیسے بداخلاق، عیاش اور دست دراز گورے نے ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی ہوگی! بعض یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ کسی ایسے دشمن کی منتقمانہ واردات ہے جو حشمت خان سے بغض و عداوت رکھتا ہے اور اس کے خاندان کی دولت و جاگیرداری اور عزت و وقار کو ملیامیٹ کرنا چاہتا ہے اب تو انگریزی سرکار اسے بخشے گی نہیں! اچھا نمک خوار ہے انگریزوں کا! دروازے پر اتنا بڑا افسر قتل ہو جاتا ہے اور آرام سے اس کی لاش کو مثلہ کیا جاتا ہے مگر

حشمت خان کوخبر تک نہیں ہو پاتی؟ حالانکہ گاؤں کے کسی دور گوشے میں پتہ بھی ہلتا تو خان بہادر کو اس کا فوراً علم ہو جایا کرتا تھا، ضرور دال میں کچھ کالا ہے! مگر بعض یہ بھی کہتے تھے کہ مسٹر تھارٹن تو اکثر یہاں عیاشی کے لیے ہی آتا تھا، اس کی سپلائی لائن کی خان بہادر ہی نگرانی کرتا تھا مگر کبھی وہ منہ زور گھوڑا شوق جستجو میں ادھر ادھر بھی نکل جاتا تھا، ہوسکتا ہے اس بدبخت گورے نے کہیں دست درازی کی ہو اور کسی عزت دار نے جرأت سے کام لیتے ہوئے اس کا یہ حال کر کے لاش خان بہادر کے دروازے پر پھینک گیا ہو!؟ آخر مسٹر تھارٹن مہمان تو خان بہادر ہی کا تھا!! الغرض جتنے منہ اتنی باتیں مگر خان بہادر حشمت خان کے سامنے سب اس کے غمخوار نمک خوار بنے بیٹھے تھے اور ہر قسم کی مدد امداد اور بیان گواہی دینے کی حامی بھر رہے تھے!

خان بہادر کے لیے تو یہ حادثہ ایک قیامت تھا! لگتا تھا کہ غموں اور پریشانیوں کا ایک پہاڑ تھا جو اس کے سر پر رکھ دیا گیا تھا! یوں محسوس ہوتا تھا کہ اضطراب اور بے چینی کا کوئی سیلاب بلا ہے جو اسے اور اس کے خاندان کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے جائے گا، حشمت خان کو کبھی کبھی یوں بھی لگتا تھا کہ انگریز سرکار اس سے بدظن ہو جائے گی اور اس کی بدبختی اور محرومیوں کا دور شروع ہو جائے گا مگر اس میں تسلی کے بھی دو پہلو تھے، ایک یہ کہ گورا کمبخت بہت بدنام تھا دوسرے یہ کہ ضلع کا انگریز ڈی سی بھی تھارٹن سے بہت نالاں تھا کیونکہ وہ اس کے لیے قسم قسم کے مسائل پیدا کرتا رہتا تھا اور ساتھ ہی وائسرائے ہند کے دفتر سے اس پر دباؤ بھی ڈلواتا رہتا تھا! حشمت کو یہی امید کی ایک کرن نظر آئی اور اس نے فوری طور پر تھانیدار اور ڈی سی کو اطلاع کرادی اور خود لاش کا پہرہ دینے لگا! سب کو دور رہنے اور اپنے کام سے کام رکھنے کا حکم دیکر یکسوئی کے ساتھ تھارٹن کی لاش کے عبرت آموز منظر کو غور سے دیکھنے لگا!

دیکھتے دیکھتے سوچنے لگتا: ''کمبخت گورے! تجھے خود شکار دبوچنے کا شوق تھا نا؟ ہماری سپلائی لائن ایسی گئی گزری تو نہیں ہوتی تھی۔ ہاں!؟ نہ پنگا لیا ہوتا تو کیا تھا!!''

پھر کچھ برے خیالات بھی حشمت کو گھیر لیتے اور وہ مسخ شدہ لاش کے منظر سے لرزنے لگتا! اگر انگریز سرکار کا کوئی سر پھرا افسر ادھر آ نکلا اور اس لاش کو دیکھ کر برہم ہو گیا تو حالات کوئی بھی رخ اختیار کر سکتے ہیں! ایک حاکم قوم کا فرد اور اس کی لاش کا یہ حشر اور وہ بھی ایک غلام قوم کے پرستارِ سرکار نمک خوار خوشامدی کے دروازے پر! کہیں اس کا بھی یہی حشر نہ ہو جائے! بدمست گورے آقا کا کیا اعتبار؟! مگر پھر اسے اپنے خاندان کی خوشامدانہ تاریخ کے طویل ابواب یاد آ جاتے اور انگریز کی حقیقت پسندی اور انصاف کا خیال آتا تو یہی کہتا کہ گورے بہت زیرک اور سیانے لوگ ہوتے ہیں! پھر میں بالکل بے قصور جو ہوں اور اس گورے کی لاش کی بھی تو حفاظت کر ہی رہا ہوں! بھلا کوئی مجرم یا ملزم بھی یوں پہرا دیتا ہے؟! تب حشمت خان کو یقین ہو جاتا کہ وہ اپنا تسلی بخش دفاع کر لے گا اور اپنی خاندانی خوشامدانہ تاریخ کو برقرار رکھ سکے گا! پھر ڈی سی صاحب کی مدد اور تھارٹن کی بدنام زمانہ زندگی کو تو وائسرائے کا دفتر بھی جانتا ہے!!

پھر سوچتے سوچتے حشمت خان اپنے دادا ریاست خان تک جا پہنچتا، زخموں سے نڈھال انگریز کرنل جان ڈیوک اور اس کے زخمی ساتھیوں کو وہی تو دشمن کے نرغے سے بحفاظت نکال لایا تھا، ان کی مرہم پٹی اور رہائش خوراک کا بہت اچھا بندوبست کیا تھا، سکھ فوج بڑی بے جگری سے لڑی تھی، کرنل کی تمام فوج گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دی تھی، گوروں کے اچانک حملے کے باوجود سکھ فوج نے پوری طرح سنبھل کر گوروں کا حشر کر دیا تھا، کرنل اور اس کے چند ساتھی جنگ کے بعد میدان میں پڑے کراہ رہے تھے، سکھوں نے یہ سمجھا کہ سب گورے موت کے گھاٹ اتار دئے گئے ہیں اس لیے ان کی تلاشی اور لاشوں کو ٹھکانے لگانے کا کام آرام سے روشنی میں ہو جائے گا، اندھیری رات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ریاست خان اپنے آدمیوں کی مدد سے کرنل اور اس کے زخمی ساتھیوں کو اٹھا لایا تھا ورنہ کسی کا زندہ بچ نکلنا ناممکن تھا! یہیں سے ریاست خان کی انگریز دوستی کی داستان شروع ہوتی ہے، سرکاری اعزاز کے علاوہ دو مربع زرعی زمین بھی اسے عطا ہوئی تھی! اپنے گھر میں رکھی ہوئی کرنل جان ڈیوک اور اس کے ساتھیوں کی تصاویر حشمت خان اپنے گورے آقاؤں کو بڑے فخر سے دکھایا کرتا تھا!

ان سب باتوں سے گھبرائے ہوئے خان بہادر کی ڈھارس بندھی اور اسے تسلی ہوگئی کہ اس انگریز افسر کے قتل کا بحران حل ہو ہی جائے گا، پھر وہ تو بے قصور ہے، صرف اتنی سی بات ہے کہ لاش اس کے دروازے پر پڑی ملی ہے! بھلا کوئی نمک خوار اپنے آقا کو اس بیدردی سے قتل کرکے اس کی لاش یوں اپنے دروازے پر کبھی ڈالتا ہے! پھر قتل ہونے والا انگریز افسر تو بہت بدنام بھی تو تھا، اس سے تو ایسی ایسی حرکات سرزد ہوئیں کہ ان میں سے ہر حرکت مسٹر تھارٹن کی موت کا سبب بننے کے لیے کافی تھی! وہ رشوت خور اور ظالم مشہور تھا، جوا، شراب اور بدکاری تو اس کی گھٹی میں پڑی تھی اس نے شادی نہیں کی تھی مگر رات کو اپنی خواب گاہ میں عورت کے بغیر جانا اس کا اصول ہی نہیں تھا۔

خان بہادر حشمت خان کا گاؤں ہرا بھرا پھلوں کے باغات سے مالا مال، قدرتی حسین مناظر اور انسانی حسن و جمال کا بھی گہوارہ تھا، وہاں کے ٹھنڈے میٹھے معدنی پانی کا چشمہ تو گوروں کے لیے بڑی کشش کا باعث تھا، دور دور سے کھنچے چلے آتے تھے، تھارٹن تو اس چشمہ پر سال بھر منڈلاتا رہتا تھا ہر چیز منٹوں میں معدنی پانی سے ہضم ہو جاتی تھی اس لیے تھارٹن کی عیاشی کے لیے وہاں ہر قسم کا ساز و سامان دستیاب ہوتا تھا وہ جب آتا تو حسن فروشوں کی جلوہ آرائی تو معمول کی بات تھی ہی، اس کے علاوہ حسن خریدنا، ورغلانا اور اپنے میزبانوں کی عورتوں سے بھی چھیڑ چھاڑ کرنا اس کا معمولی کھیل تھا مگر دست درازی اور اچک لینا بھی اس کا پیشہ تھا!!

ایک دفعہ تو وہ قریب کے ایک گاؤں سے ایک خوب صورت دوشیزہ کو اپنے غنڈے کی مدد سے گھوڑے پر بھگا لایا تھا، اکلوتا بھائی فرید خان اپنی اکلوتی بہن فریدہ کو چھڑانے کے لیے گوروں کے ریسٹ ھاؤس پر ٹوٹ پڑا تھا مگر اس کے پہنچنے سے پہلے ہی سب کچھ لٹ چکا تھا اور لڑکی نے گورے کے پستول سے ہی اپنا کام تمام کر لیا تھا اس لیے فرید کو فریدہ کی لاش کے سوا وہاں کچھ نہ ملا تھا، پھر یوں ہوا کہ ایک گوری میم وہاں سیر و تفریح کے لیے آئی جسے بعض ڈاکو اٹھا کر لے گئے تھے، تھارٹن نے انتقام کا موقع پا کر اس کا الزام فرید خان کے سر تھوپ دیا تھا، یہ تو اچھا ہوا کہ میم صاحبہ بصد خوشی ڈاکوؤں سے فارغ ہو کر

صحیح وسلامت واپس آگئی تھی اس لیے بے گناہ فرید خان کو رہا کرنا پڑا تھا! حشمت خان کو اس کا علم ہوتا تو وہ بھی بڑی آسانی سے فرید خان کو پھنسا کر سرخ رو ہو جاتا مگر ان تمام کارستانیوں کو تھارٹن نے اس سے پوشیدہ ہی رکھا تھا!!

مقامی تھانیدار اور انگریز ڈی سی کی مہربانی سے حشمت خان کے سر سے تھارٹن کی بلا تو ٹل گئی مگر نا معلوم قاتل ایک معما بن گیا تھا، مسز تھارٹن کی بہن کا ایک بوائے فرینڈ وائسرائے ہند کے سٹاف میں شامل تھا اس لیے بہن اپنے بھائی کے قاتل کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے بے قرار تھی اور وہ اپنے بوائے فرینڈ کو بے قرار کرتی رہتی تھی، چنانچہ پنجاب کے انگریز گورنر نے قاتل کی نشاندہی کرنے والے کے لیے بھاری انعام کے علاوہ ایک مربع زمین عطا کرنے کا بھی اعلان کر دیا، انگریز ڈی سی نے حشمت کو بلا کر تاکید کی اور کچھ نہ کچھ کرنے کا حکم دیا حشمت کے لیے بھی یہ موقع تھا کہ جدی پشتی دو مربعوں میں ایک اور کا اضافہ کر کے اپنے اکلوتے ریاست کے لیے وقار کا ایک نیا باب بڑھا دے!

وہ سوچتے سوچتے تھک گیا مگر ایک خیال پر اس کی سوچ کی سوئی آ کر رک گئی! بات تھی ہی ذرا ٹیڑھی! حشمت کی ایک ہی بہن تھی جس نے باپ اور بھائی کی رضا مندی کے بغیر گاؤں کے ایک ہنر مند، بہادر اور خوبصورت نوجوان سے شادی کر لی تھی، جلد ہی خان بہادر ریاست خان کی پوتی اور حشمت کی بہن نے ایک خوبصورت بچے کو جنم دیا تھا! اب خاندان کی جائیداد کا تقسیم ہونا اٹل بنتا جا رہا تھا اس لیے کسی ناگہانی حادثے کے باعث حشمت خان کی بہن کا بیوہ ہونا اور اس کے بچے بلال کا یتیم ہونا ضروری ہو گیا تھا! چنانچہ بیوہ بہن ایک بار پھر خاندانی حویلی میں مقید ہو گئی اور اس کا اکلوتا خوب صورت لخت جگر بلال حویلی کے ایک نوکر کی حیثیت سے اپنے نانا اور ماموں کے گھر میں رہنے لگا تھا، لہذا ایسے بھانجے کو قربانی کا بکرا بنانا حشمت کے لیے کچھ مشکل نہ تھا! بھولی بھالی بہن اور سادہ لوح بھانجے کو عدالت میں بیان دینے کے لیے آمادہ کرنا بھی کوئی مسئلہ نہ تھا، بس پیارا بھانجا بلال ولد اشرف عدالت میں سینے پر ہاتھ مار کر کہہ دیگا کہ اس گورے مردود تھارٹن نے میری ماں پر دست درازی کی

کوشش کی تھی اس لیے خاندانی عزت وغیرت نے مجھے مشتعل کر دیا اور میں نے اس کا مار مار کر بھرکس نکال دیا حتی کہ اس کی شکل بھی پہچاننے کے قابل نہیں رہی تھی۔ پھر میں نے عبرت کے لیے اسے باہر دروازے پر ڈال دیا تھا، پیاری بہن زبیدہ اپنے اکلوتے بیٹے کے اس بیان کی حرف بحرف تائید کرے گی، پھر کچھ دن مقدمہ چلے گا اور بالآخر پیارا بھانجا پیاری بہن کے لیے نورچشم بن کر واپس آجائے گا اور اپنی ماں کی آنکھوں کا نور اور دل کی ٹھنڈک بن کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ساتھ رہنے لگے گا!!

حشمت نے چکنی چپڑی باتوں سے ماں بیٹے کو آمادہ کر ہی لیا اور تیسرے مربع زمین کے خواب کو حقیقت میں بدلتا دیکھ کر خوش ہونے لگا تھا! عدالت میں خوشی خوشی پہنچ کر بلال نے بڑے پر جوش و پر اعتماد لہجے میں بلند آواز سے اپنا اقراری بیان ریکارڈ کرایا، اس نے انتہائی غصے سے جج کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ بے حیا، عیاش اور بدکار تھارٹن نے ماموں حشمت کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میری پاکدامن اور فرشتہ صفت ماں پر دست درازی کی ناپاک کوشش کی، چنانچہ میں نے مشتعل ہو کر نہ صرف یہ کہ اس مردود اور ناہنجار گورے کا کام تمام کر دیا بلکہ انتہائی نفرت وحقارت اور غیظ وغضب کے عالم میں اس کی لاش کو بھی مسخ کر کے دروازے سے باہر پھینک دیا!!

ماں نے اپنے غیرت مند لخت جگر کے بیان کی تائید کی اور مزید کہا کہ اس کا فرزند ارجمند سرکار سے انعام اور حوصلہ افزائی کا مستحق ہے نہ کہ کسی قسم کی سزا کا! لہٰذا اسے میرے ہمراہ گھر واپس جانے دیا جائے...... ! مگر عدالت نے اقراری بیان پر بلال کو قتل کے الزام میں فوری طور پر گرفتار کرنے کا حکم دیا تو ماں کا کلیجہ پھٹ گیا! مقدمہ سیشن کورٹ سے ہائی کورٹ اور پھر پریوی کونسل تک گیا مگر سیشن جج کی طرف سے ملنے والی عمر قید ہر سطح پر بحال اور برقرار رہی، عمر قید کی سزا نے ماں اور بیٹے کو پاگل کر دیا تھا، بیٹا کبھی جیل میں سڑتا اور کبھی دماغی امراض کے معالجوں کے پاس ٹھوکریں کھاتا تھا، اس صدمے نے ماں کو تو نڈھال کر دیا تھا، وہ تو گویا غموں کا پہاڑ سینے میں چھپائے گنگ ہو کر رہ گئی تھی، صبح شام سودائی کی طرح اپنے پاگل بیٹے کی راہ دیکھنے چلی جاتی وہ نہ بول سکتی تھی نہ رو سکتی تھی! اکلوتے لخت

جگر کی باقی ماندہ سانسوں کے لیے اس سے قیمت مانگی گئی تھی جو وہ چپ چاپ بصد خوشی ادا کرنے پر مجبور ہوگئی تھی! بے کسوں اور بے بسوں کو کبھی کبھی زندہ رہنے کے لیے اپنی سانسوں کی قیمت بھی ادا کرنا پڑتی ہے اور زبیدہ اپنے بلال کی سانسوں کی قیمت چپ رہ کر ادا کر رہی تھی ورنہ اسے ڈر تھا کہ سچ کے لیے منہ کھولنے پر اس کے اکلوتے لخت جگر کی سانسوں کے کچے دھاگے توڑ دیے جائیں گے!!

مقامی تھانیدار اور انگریز ڈی سی نے حسب وعدہ اور حسب روایت اپنے ٹوڈی کی جھولی مرادوں کے موتیوں سے بھر دی اور وہ اپنے دادا ریاست خان کی طرح اپنے بیٹے ریاست خان کی جائیداد میں ایک مربع زمین کا اضافہ کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

دو دن بعد ہی اس کا اکلوتا فرزند چار سال بعد انگلستان سے لوٹا تو پھولوں کے ہاروں سے استقبال کے ساتھ ساتھ جائیداد میں مزید ایک مربع زمین کے اضافے کی خوشخبری نے بھی اس کے کانوں میں رس گھول دیا۔ اسے یوں لگا جیسے باپ نے اس کی کسی پوشیدہ آرزو کی تکمیل میں چار چاند لگا دیے ہیں! اپنے پڑدادا کا ہم نام ریاست خان گیا تو حصول تعلیم کے عنوان سے تھا مگر اس کے قیام انگلستان کی عملی تفاصیل کا اس عنوان سے کوئی تعلق نہ تھا، وہ جس طرح دماغ کی کوری سلیٹ کے ساتھ گیا تھا اسی طرح واپس آ گیا تھا! وہاں اس کی دلچسپی کا مرکز تعلیم نہیں تھی بلکہ اس کا نعرہ تھا کہ ''ریاست خان! بعیش کوش کہ انگلستان دوبارہ نیست!'' حشمت خان کے دادا ریاست خان نے تو انگریز نوازی سے مربع سازی کی تھی مگر اس نے تو قرابت داری اور صلہ رحمی کی مٹی پلید کر کے ایک مربع زمین ہی نہیں حاصل کی تھی بلکہ اپنا منہ کالا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے خاندان کو نابود کرنے کا سامان بھی کر دیا تھا! مگر نئے اور تیسرے مربع کی خوشی کی طرح بیٹے کی آمد کی خوشی بھی حشمت کے لیے عارضی ثابت ہوئی، اپنی آمد کے دوسرے دن ہی اکلوتے فرزند نے یہ مطالبہ داغ دیا کہ تمام جائیداد فروخت کر کے رقم اس کے حوالے کر دی جائے تاکہ ایک ٹوڈی ابن ٹوڈی کا انگریز پرست بیٹا انگریز کے دیس کو اپنا وطن ہی بنا لے! وہ انگلستان واپس جا کر اپنی گرل فرینڈ سے شادی رچا سکے اور پھر ہمیشہ کے لیے گوری کے ساتھ کالا عیش

لوٹنا پھرے!

بیٹے کے اس مطالبہ سے حشمت خان کے خوابوں کا اونچا محل دھڑام سے گر کر چکنا چور ہو گیا، یہ اس کی تمام آرزوؤں کی نفی اور خاندانی روایت کی موت کے مترادف تھا اس لیے بیٹے کے مطالبہ میں جس قدر اصرار بڑھا اسی قدر اس کے انکار میں بھی شدت آتی گئی! بیٹے نے باپ کو راستے سے ہٹانے یا خودکشی کر لینے کی دھمکی دے ڈالی! ایک شام جب بیٹا گھر نہ لوٹا تو باپ کو بے حد تشویش ہوئی، بہت تلاش کروایا مگر اس کا پتہ نہ چل سکا، اتنا معلوم ہو سکا کہ آخری بار اسے کنویں کے پاس گم سم پریشان حال دیکھا گیا تھا، چنانچہ سب طرف سے مایوس ہو کر بادل ناخواستہ اس خاندانی کنویں میں بھی جھانکنا پڑا، بوٹ سوٹ سمیت اکلوتے ریاست خان کی تیرتی ہوئی لاش دیکھ کر حشمت خان سکتے میں آ گیا تھا! پھر لوگوں نے دیکھا کہ دو مربعوں کے ساتھ تیسرا مربع ملانے کی خوشیاں منانے والا اور انگلینڈ ریٹرن بیٹے کی آمد پر اترانے والا خان بہادر کنویں سے گھر اور پھر گھر سے کنویں کی طرف پاگلوں کی طرح بھاگتا اور ریاست! ریاست پکارتا ہوا دکھائی دیا! اپنے بھائی کو ریاست! ریاست پکارتے سنا تو بہن کے ہونٹوں کا تالا بھی ٹوٹ گیا تھا! اب وہ بھی صبح شام اپنے بیٹے کی راہ دیکھتے ہوئے بلال! بلال پکارنے لگی تھی!

ایک شام خان بہادر حشمت خان کی بیوہ بہن اپنے اکلوتے بیٹے کی راہ دیکھتے ہوئے بلال! بلال! پکار رہی تھی کہ اچانک اسے لگا جیسے واقعی بلال آ رہا ہے! جی ہاں! عمر قید کاٹنے والا بلال واقعی تین سال بعد ہی رہا ہو کر آ گیا تھا! ماں اپنے بیٹے کو کوئی سایہ یا سراب سمجھ کر پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگی تھی مگر وہ سایہ یا سراب نہیں بلکہ بلال ہی تھا جو اگلے لمحے اپنی ماں کے سینے سے لپٹ گیا تھا!

دراصل پاس ہی کے گاؤں کی ایک دوشیزہ کی شادی کا پروگرام بننے لگا تو اس نے یہ کہہ کر شادی سے صاف انکار کر دیا کہ وہ صرف فرید خان کو اپنا جیون ساتھی بنائے گی ورنہ خودکشی کر لے گی! لڑکی نے بتایا کہ تھارٹن جیسے عیاش درندے سے اس کی عزت بچانے والا اور اسے چھڑوا کر باعزت گھر بھجوانے والا فرید خان ہی تھا! اس رات اس نے اپنے دل میں یہی طے کیا تھا کہ وہ اپنے گاؤں کے اس

خوب صورت اور بہادر نوجوان کو ہی اپنا شریک حیات بنائے گی مگر وہ اس پر اپنی محبت ظاہر کبھی نہ کر سکی تھی، حتی کہ شمع کو اپنے پروانے کے وجود کا بھی علم نہ تھا!

اپنے قتل والی رات عیاش گورا تھارٹن اپنے کرائے کے غنڈے کے ہمراہ اس حسینہ کو اچکنے آیا تھا جب وہ اس کا منہ بند کر کے اپنے پیچھے گھوڑے پر بٹھا چکا تو سامنے سے فرید خان آ گیا تھا اسے یوں لگا جیسے تھارٹن اس کی بہن فریدہ کو اغوا کر کے لے جا رہا ہے، اس نے تھارٹن کے گھوڑے کی لگام تھام لی اور کرائے کے غنڈے کے سینے میں اپنے بھاری بوٹ سے اتنے زور کی لات ماری کہ وہ تو دوبارہ اٹھ ہی نہ سکا، پھر گورے کی گردن دبوچ کر اسے پتھریلی زمین پر زور سے پٹخ دیا وہ ابھی اٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ فرید خان نے اس کے چوتڑوں پر اتنے زور سے لات ماری کہ اس کا سر سامنے ابھرتی ہوئی چٹان کی نوک سے جا ٹکرایا اور وہ دوبارہ نہ اٹھ سکا۔ فرید نے دوشیزہ کے منہ پر بندھا ہوا ڈپٹا کھولا اور اس کے سر پر رکھ دیا، پھر اسے تاکید کرتے ہوئے گھر جانے کا اشارہ کیا کہ مرتے دم تک اس واقعہ کا ذکر کسی سے نہیں کرنا اس لیے اس دوشیزہ نے اپنے نجات دھندہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے تین سال تک اپنا منہ بند رکھا تھا!!

پھر فرید خان نے پہلے غنڈے کو گھوڑے پر اس رسی سے کس دیا جو اس کے پاس تھی، وہ اپنے مالک سے چوری تھارٹن کے لیے گھوڑا لے کر آیا تھا پھر اس نے گھوڑے کو دوڑا دیا، گھوڑا اتنا تیز دوڑا کہ اصطبل تک پہنچنے سے پہلے ہی رسی کھل گئی اور بے ہوش غنڈا سر کے بل اس طرح گرا کہ بھیجا باہر آ گیا اور گردن دوہری ہو گئی!

اب فرید کے سامنے فریدہ کے مجرم عیاش گورے کی لاش پڑی تھی اس نے اپنا غیظ وغضب ٹھنڈا کرنے کے لیے لاش کو خوب بگاڑا اور پھر اسے خان بہادر کے دروازے پر پھینک آیا تھا!

بات دوشیزہ کے من سے نکلی تو جنگل کی آگ کی طرح پورے علاقے میں پھیل گئی، پھر

سرکاری ایوانوں سے جا ٹکرائی، فرید خان کا گرفتار ہونا تھا کہ بلال بے گناہ ثابت ہو کر رہا ہو گیا! تین سال کی جدائی کے بعد ممتا کی پیاس بجھی تو پانی کی پیاس نے ستانا شروع کر دیا، چنانچہ بلال اپنی سالوں سے پیاسی ناں کو اپنے ننھیال کے کنویں پر لے گیا، وہاں بھی عجب عبرت کا منظر تھا، لوگ تیسرے پاگل کو کنویں سے نکال کر اسے ہوش میں لا رہے تھے، دراصل خان بہادر حشمت خان نے ریاست خان! بیٹے ریاست خان! کہتے کہتے کنویں میں چھلانگ لگا دی تھی! لوگوں نے زبیدہ کو بتایا کہ تیرا بھائی حشمت خان پاگل ہو گیا ہے اور اس نے کنویں میں چھلانگ لگا دی تھی! اب اسے کنویں سے تو نکال لائے ہیں مگر یہ ہوش میں نہیں آ رہا!!

❁❁❁